اسلامی حدود کی حکمت

(از مولانا حبیب ریحان ندوی، لکچرار اسلامی انسٹی ٹیوٹ، البیضاء (لیبیا)

اسلامی نظام اور قانون شریعت سارے اسلامی ممالک میں اپنی پوری دفعات کے ساتھ عبادات و اجتماعیات و اخلاقیات سے لے کر قصاص و حدود تک سینکڑوں برس تک جاری رہا، اور اس میں جزوی تبدیلی کی ابتدا سامراج کے زمانے میں سامراجی سازشوں اور مسیحی تبشیری حکومتوں کے زیر سایہ ہوئی تھی اور بدقسمتی سے سب سے پہلے قانون حدود ہندوستان میں انگریزوں کے زمانے میں ختم ہوا تھا، انگریزی حکومت کے قیام کے بعد بھی یعنی ۱۷۹۱ء تک قانون شریعت لاگو تھا اور مثال کے طور پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا، لیکن اس کے بعد انگریزوں نے رفتہ رفتہ اور وقتاً فوقتاً وضعی قوانین نافذ کرنے شروع کئے اور انیسویں صدی کے وسط تک قانون شریعت ختم کر دیا گیا، مصر میں بھی سامراجی سازشوں سے ۱۸۸۳ء میں قانونی نظام، فرانسیسی قانون کے مطابق ڈھالا گیا، بیسویں صدی میں البانیا اور ترکی نے پوری جرات و بے باکی اور دھاندلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ وہ لادینی حکومتیں ہیں اور سارے قوانین حتی کہ پرسنل لا تک اٹلی، سوئزرلینڈ اور فرانس کے قوانین کے ماتحت بنا دیئے گئے"[1]

۱۔ مولانا مودودی کی عربی کتاب "نظریۃ الاسلام وہدیہ" سے ماخوذ باختصار، حاشیہ صفحہ ۱۳۸ - ۱۳۹، یہ کتاب قانون اسلامی سے متعلق مولانا کے چھ مقالات و لکچرز پر مشتمل ہے، دار الفکر بیروت و دمشق سے چھپا ہے۔

مسلم پرسنل لا تبدیلی سے محفوظ رہا

سامراجی دور میں غیر ملکی حکام نے مسلمانوں کے عائلی قوانین کو ہاتھ نہیں لگایا تھا بلکہ وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق بنائے گئے تھے اور علمائے اسلام کے مشورے سے بنائے گئے تھے، اور اسی طرح کسی جگہ بھی ان میں تغیر کرنے کی کوئی تحریک نہیں چلائی گئی تھی، البانیا اور ٹرکی کے لئے شرم وعار کا مقام تھا کہ جو کام سامراجی اور غیر مسلم حکومتیں نہ کر سکیں دیدہ ودلیری کے ساتھ وہ کام انھوں نے انجام دیا، ان کے علاوہ دوسرے اسلامی ملکوں میں پرسنل لا کے احکام اسلامی شریعت کے مطابق آج تک نافذ ہیں، گو بعض اوقات ان میں جزوی تبدیلی کی ناکام کوششیں بعض نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہتی تھیں، بہرحال یہ ناکام کوششیں، یا کسی مقام پر کوئی جزوی تبدیلی بھی مسلم ممالک کے لئے شرم وعار کا سامان ہے کہ یہ وہ کام ہے جس کی جرأت سامراج بھی نہ کر سکا تھا، اور اس قسم کی ساری کوششیں غیر فطری، غیر عقلی، غیر آئینی اور غیر شرعی ہیں جو نہ خود صحیح ہو سکتی ہیں اور نہ کسی دوسرے کے لئے حجت ہو سکتی ہیں[1] اور ان کا انجام یہ ہے کہ وہ عنقریب ناکامی ہی کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔

عظیم سامراجی سازش اور اس کا مقصد

جیسا کہ بیان کر چکا، اسلامی قانون (پرسنل لا کو چھوڑ کر) کا خاتمہ اسلامی ممالک میں تبشیری اداروں اور حکومتوں کے زیر سایہ ہوا تھا، جب سامراجی ریشہ دوانیاں عروج پر تھیں، لیکن سیاسی طور پر، اور بین الاقوامی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب، اور فطرت کے قانون اقتدار وعروج وزوال کے پیش نظر جب مغربی حکمرانوں کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں ان کو اسلامی ملکوں سے واپس نہ جانا پڑے تو انھوں نے اپنے فکری سامراج کو تادیر باقی رکھنے کے قدیم منصوبہ پر از سر نو جان ڈال دی وہ اسلام میں دوبارہ زندہ ہو کر

۱۔ یہ کیوں غیر قانونی ہیں اور کسی کے لئے حجت نہیں بن سکتے، اس کی تفصیل راقم نے ایک مضمون میں کی ہے جس کا عنوان ہے "مسلم پرسنل لا سے متعلق دو سوالوں کے جوابات" جو برہان ماہ جون ۷۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

پوری توانائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ ساری دنیا پر پھر سے چھا جانے کی فطری صلاحیت کے خلاف زبردست بند باندھنا چاہتے تھے اور "ایوان کسریٰ" سے زیادہ پرشکوہ پایۂ تخت اور "فصیل قسطنطنیہ" سے زیادہ مضبوط ڈیفنس پوزیشن بنانا چاہتے تھے۔

اس کے پیش نظر سامراجی حکمرانوں نے بڑی طویل اسکیم اور کاوش کے ذریعہ، انتہائی چابک دستی اور کونین میں شکر لپیٹنے والی پالیسی کے ساتھ اسلامی اقدار کو بدلنے کا پلان بنایا، اور اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم، عدالتوں اور تمام زندگی کے شعبوں میں لادینی نظام کی سرپرستی کی، لیکن ساتھ ہی تبشیری انداز کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا، یہ کوششیں بارآور ہوئیں اور تھوڑی ہی مدت میں ایسے ہونہار اور فاضل سپوت پیدا ہو گئے جن کے نام اسلامی ضرور تھے لیکن انھوں نے اسلامی قانون اور نظام کے خلاف وہ کام سرانجام دیے جو غیر مسلم بھی نہیں دے سکتے تھے، اس سلسلے میں اسلامی عقائد میں تشکیک، مسلم الثبوت نظریات میں اشتباہ اسلام کے قانون فوجداری پر ظلم کا اعتراض، قانون حدود پر وحشیت و بربریت کا الزام اور عائلی قوانین پر رجعیت کا فتویٰ وغیرہ جیسی تمام غیر علمی کوششیں علم و ریسرچ کے نام پر شامل ہیں، اور ان ساری سامراجی کوششوں کے پیچھے جو جذبہ کام کر رہا تھا وہ لادینیت کا جذبہ نہ تھا بلکہ وہ صلیبیت تھی جس نے دوسرا رنگ اختیار کرنا چاہا تھا اور علمی روپ میں نمودار ہوئی تھی، اور یہودی و مسیحی اختلافات کے باوجود یہودیت وصہیونیت نے بھی مسیحیت کے دوش بدوش اسلامی ریسرچ کے نام پر اسلامی تعلیمات کو غبار آلود بنانے کی ہر ممکن سعی کی، ان تمام مساعی کا مقصد یہی تھا کہ مسلمان اپنے دین اور اقدار و افکار و عقائد و نظریات کے بارے میں مشکوک ہو جائیں اور اس طرح شاید وہ مسیحیت کے پنجہ میں گرفتار ہو جائیں، اور یہ خواہش کوئی نئی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے، حضور نامدار ﷺ سے خطاب الٰہی یوں ہے: "لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" ترجمہ: "ہرگز تم سے راضی نہیں ہو سکتے یہود و نصاریٰ یہاں تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی کرو" اس کے جواب میں ذات باری تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہدایت

تو صرف اسلام کے زیرِ سایہ ہے، اور رحمت الٰہی اور خدا کی بخشی ہوئی نبوت وعصمت کی وجہ سے یہ ناممکن ہے لیکن فرض کرو کہ رسول بھی اگر ہدایت الٰہی اور اسلام کی دولت سے معمور ہونے کے بعد یہود ونصاریٰ کی تحریفات واہواء کا متبع ہوجائے تو دنیا میں بے یار و مددگار اور آخر میں نامراد ہو جائے گا، اس صورت میں اے اہل اسلام خوب کان کھول کر سن لو کہ سامراجی، صلیبی، تبشیری، صہیونی، اور اسی طرح سے وہ جو دین کا علم نہیں رکھتے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (بقرہ۔ ۱۱۳) یعنی سورج پرست، ستارہ پرست، پتھر پرست، نیچر پرست، عقل پرست، اور وہ جو کسی چیز کی پرستش کو بھی صحیح نہیں مانتے، یعنی تمام طاغوتی اور باطل تنظیموں کی متحدہ خواہش اور متحدہ کوششیں یہی ہیں کہ اسلام کے چراغ کو گل کر دیا جائے، وہ اپنے تمام آپس کے شدید اختلافات کو بھلا کر اسلامی عداوت کے اصول پر متحد ہو گئے ہیں، لیکن مسلمان کے لئے کسی بھی صورت میں ان خواہشات باطلہ اور اہوائے طاغوتیہ کی پیروی کرنے کی اجازت نہیں، اس کو اس کی ممانعت اور ساتھ ہی حکم.... اور احقیتِ اسلام کا بیان اس آیت پاک میں دیا گیا ہے قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (البقرہ۔ ۱۲۰) ترجمہ: کہدو بیشک اللہ کی ہدایت وہ ہدایت کی راہ (اسلام[1]) ہے، اور (فرض کرو کہ تم) اگر ان کی خواہشات کی اتباع کرو[2] اس کے بعد جو تمہارے پاس علم (وحی اور اسلام) آچکا ہے، تو نہ ہوگا تمہارے

(۱و۲) یہاں اس آیت کی مختصر تشریح ضروری ہے، رسول خدا ساری انسانیت کو ہدایت خداوندی سے سرشار کرنا چاہتے تھے، آپ کا منصب تبلیغ وختم نبوت ورسالت بھی اس کا مقتضی تھا، کفار قریش اور یہود ونصاریٰ سب کے لئے آپ کی عالمی دعوت وہدایت کے دروازے کھلے ہوئے تھے، یہود ونصاریٰ کا پندار یہ تھا کہ ہر گروہ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا اور محبوب کہتا تھا اور جنت کا اکیلا مستحق، اس کا جواب اللہ نے بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ (البقرہ۔ ۱۱۲) میں یہ دیا کہ جو اللہ کی کلی رضا کا تابع وطالب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لئے اللہ کی طرف سے کوئی حمایتی اور مددگار"۔

علمار ومفکرینِ اسلام کا جہاد اور اس کے اثرات | اہوائے باطلانہ سننے اور تحکیم کتاب کے مطالبے کو منوانے کے لئے سامراجی دور ہی سے اہلِ علم وفکر نے کوششیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوا وہ جنت کا مستحق ہوگا، پھر حضور انور اور آپ کی امت کو ایک خاص بات یہ بتانی مقصود ہے کہ ہدایتِ الٰہی اور حق کی تلاش کرنے والا یہود ونصاریٰ کا وہ گروہ جو اخلاص وصداقت کے ساتھ کتب الٰہیہ کا مطالعہ کرتا ہے وہ حضورؐ سے متعلق پیشین گوئیوں اور اسلام کی صداقت وحقانیت پر ایمان لے آتا ہے (بقرہ۔ ۱۲۱) لیکن عامۃ الیہود والنصاریٰ کا شعار یہ ہے کہ وہ آپ کے دین میں داخل ہونے کے بجائے الٹے آپ کو اپنی اہوار یعنی یہودیت ونصرانیت کی محرفانہ اور بگڑی ہوئی شکل میں داخل کرنے کے درپے رہتے ہیں، اور جن اشیار کو منسوخ کرنے آپ آئے تھے انہیں کی طرف آپ کو بلانے لگتے ہیں، اور یہودیت ونصرانیت کیونکہ دو متضاد، مختلف اور محرف دین ہیں اس لیے دونوں گروہ اپنی اپنی خواہشات کی طرف بلاتے ہیں لیکن آپ فرد واحد ہونے کی وجہ سے عقلاً بیک وقت یہودی اور نصرانی ہو ہی نہیں سکتے اور اس لیے یہ دونوں گروہ آپ سے کسی طرح راضی ہو ہی نہیں سکتے، اور شرعاً کیونکہ آپ کو رحمت الٰہی رسالت ونبوت کی شکل میں، اور فضل الٰہی وحی اور قرآن کی شکل میں، اور نعمت الٰہی عصمت وطہارت کی شکل میں ملی ہوئی ہے، اس لئے آپ ان کی اہوار وخواہشات کی پیروی بھی نہیں کرسکتے۔ اس تمہید کے بعد دونوں حاشیوں پر مختصر گفتگو کروں گا، تفصیل کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی۔

ہدیٰ سے مراد اسلام تمام مفسرین کی رائے کے مطابق ہے، اور آیت کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے یہود ونصاریٰ کی اہوار اور ملت کے مقابلے میں جس ہدایت الٰہی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور جس طرح حصر کے ساتھ اور دوسرے ہدیٰ میں تعریف، الف لام کے ساتھ، اس سے واضح طور پر اسلام ہی مراد ہے کہ وہی کلی ہدایت کی راہ ہے اور جس کی طرف یہ لوگ آپ کو بلاتے ہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شروع کردی تھیں، سامراج کے خاتمہ کے بعد بھی مشکلات کے زیر سایہ بلکہ یوں کہیے کہ زندان و سلاسل کے اندر اور تلواروں اور پھانسیوں کی چھاؤں میں شریعت اسلامیہ، قانون اسلامی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وہ ہدیٰ نہیں بلکہ ہویٰ کی راہ ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ (قصص - ۵۰) صرف مفسر طبری نے ہدیٰ کا مفہوم اس طرح لکھا ہے: "ان بیان اللہ هو البیان المقنع والقضاء الفیصل بیننا فهلموا الی کتاب اللہ وبیانه، الذی بین فیه لعباده ما اختلفوا فیه، وهو التوراة التی تقرون جمیعا بانها من اللہ یتضح لکم فیها المحق منا من المبطل وایّنا اهل الجنة وایّنا اهل النار وایّنا علی الصواب وایّنا علی الخطاء؟ وانما امر اللہ نبیه صلی اللہ علیه وسلم ان یدعوهم الی هدی اللہ وبیانه، لان فیه تکذیب الیهود والنصاری فیما قالوا من ان الجنة لا یدخلها الا من کان هودا او نصاری، وبیان امر محمد صلی اللہ علیه وسلم، وان المکذب به من اهل النار دون المصدق به" ترجمہ: "بیشک اللہ کا بیان ہی قائل کرنے والا ہے، اور فیصلہ کن ہے ہمارے درمیان، پس آؤ اللہ کی کتاب اور اس کے بیان کی طرف، جس میں اس نے بندوں کے لئے مختلف فیہ چیزیں بیان کردی ہیں، اور وہ توراۃ ہے جس کے تم سب مقر ہو کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، اس میں تمہارے لئے واضح ہوجائے گا کہ ہم میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون، اور کون جنت والا ہے اور کون دوزخ والا، اور کون صحیح راہ پر ہے اور کون غلطی پر؟ اور بیشک اللہ نے اپنے نبی ؐ کو یہ حکم دیا کہ ان کو ہدایت وبیان الٰہی کی طرف بلائیں، کیونکہ اس میں یہود ونصاری کی تکذیب تھی اس قول میں جو انھوں نے کہا تھا کہ یہود ونصاری کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا، اور محمد ؐ کے معاملے کا بیان تھا اور یہ کہ اس کو جھٹلانے والا آگ کا مستحق ہے نہ کہ اس کی تصدیق کرنے والا" طبری کا قول اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ غیر محرف اور منزل من اللہ توراۃ ہدایت کی کتاب تھی، لیکن مذکورہ بالا آیت کی تفسیر وتشریح کے اعتبار سے یہ قول مرجوح ہے، طبری کا یہ استدلال کہ یہود ونصاری کے قول (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت پر حکومت کی بنیاد قائم کرنے کا پودا سیراب ہوتا رہا اور الحمد للہ اب بہت جلد وہ وقت آگیا ہے جب ساری دنیا کے مسلمان اسلامی قانون اور اسلامی نظام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ کا یہاں جواب ہے قرین قیاس نہیں، کیونکہ اس کا جواب خدائے پاک نے فوراً ہی اس آیت کے بعد اس طرح دیدیا تھا، بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ (بقرہ ۱۱۱-۱۱۲) دوسری بات یہ کہ جس ہدایت الٰہی کا تذکرہ اس آیت میں ہے اس سے مراد وہ ہدایت ہے جو حضورؐ کو دی گئی تھی اور آپ کے پاس موجود تھی اور وہ قرآن و اسلام ہے، کیوں کہ غیر محرف توراہ کا کوئی نسخہ حضورؐ کے پاس موجود نہ تھا بلکہ آپ کی شریعت ساری شریعتوں کی ناسخ بن کر آئی تھی، تیسری بات یہ کہ آیت کے آخر میں جس علم الٰہی کے حضورؐ کے پاس آجانے کا تذکرہ ہے اس سے مراد قرآن پاک، وحی اور اسلام ہی ہے، لیکن طبری کے قول سے بھی اہل اہوا کی تائید نہیں ہوتی بلکہ ان پر مزید حجت قائم ہوتی ہے اور یہ حجت قرآن نے بار بار دوسری آیات میں قائم کی ہے اور اہل کتاب کو توراہ کی تحکیم کی دعوت دی ہے۔
لیکن آیت کے صاف اور راجح معنی وہی ہیں جو تمام مفسرین نے اختیار کئے ہیں، صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: وهدى الله تعالى الذى هو الاسلام هو الهدى ترجمہ: خدا کی ہدایت جو اسلام ہے وہی اصل ہدایت ہے۔ صاحب بحر المحیط ابن حیان اندلسی لکھتے ہیں: هدى الله، اى الذى هو مضاف الى الله وهو الاسلام الذى انت عليه هو الهدى النافع التام الذى لاهدى وراءه ترجمہ: اللہ کی ہدایت، یعنی وہ ہدایت جس کی اضافت (نسبت) اللہ کی طرف ہے وہ اسلام ہے جس پر آپ ہیں، وہی اصل اور مکمل نفع پہنچانے والی ہدایت ہے جس کے علاوہ کوئی ہدایت نہیں۔ مفسر رازی کا بیان ہے: ان هدى الله هو الذى يهدى الى الاسلام وهو الهدى الحق الذى يصلح ان يسمى هدى بیشک اللہ کی ہدایت وہی ہے جو اسلام کی طرف ہدایت کرتی ہے اور وہی حقیقتاً وہ ہدایت ہے جس کو ہدایت کہا جاسکتا ہے۔ ابوسعود کہتے ہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حیات کو دوبارہ نافذ اور جاری کرنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، جنوب شرقی ایشیا سے لیکر شمال افریقہ تک زندگی کی ایک نئی لہر نمودار ہے اور جذب و شوق میں ڈوبی ہوئی اسلامی اقدار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان ھدی اللہ الذی ھو الاسلام ھو الحق ترجمہ: بیشک خدا کی ہدایت جو اسلام ہے وہی حق ہے۔ ابن کثیر کا قول ہے: قل یا محمد ان ھدی اللہ الذی بعثنی بہ ھو الھدی یعنی الدین المستقیم الصحیح الکامل الشامل ترجمہ: کہدیں اے محمد بیشک وہ اللہ کی ہدایت جو لیکر اس نے مجھے بھیجا ہے وہی حقیقی ہدایت ہے، یعنی مستقیم، کامل صحیح اور ہر خیر پر شامل ہے۔ علامہ ابو عبداللہ القرطبی کا ارشاد ہے ما انت علیہ یا محمد من ھدی اللہ الحق الذی یضعہ فی قلب من یشاء ھو الھدی الحقیقی، لاما یدعیہ ھؤلاء جس ہدایت حقہ پر اللہ کی طرف سے تم ہو اے محمدؐ، جس کو اللہ جس کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے، وہی حقیقی ہدایت ہے نہ کہ وہ جس کی طرف یہ لوگ بلاتے ہیں۔

دوسرا حاشیہ یہ ہے کہ بفرض تم ان کی اہواء کی پیروی کرو، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کا خطاب کبھی حضورؐ سے ہوتا ہے لیکن مراد میں کئی مفہوم ہوتے ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی ہے اور تین توجیہیں ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ خطاب آپ سے ہے لیکن امت کو تنبیہ کرنی مقصود ہے، دوسری یہ کہ خطاب ہی امت سے ہے، تیسری یہ کہ اسلام اور ہدایت الہیٰ کی عظمت بیان کرنے کے لئے یہ اسلوب اختیار کیا گیا، کیونکہ یہ بات ممکن ہی نہیں بلکہ مستحیل ہے، لیکن بفرض محال ایسا ہو جائے تو ولایت ونصرت سے محرومی ہو جائے، لیکن کیونکہ رسولؐ کے لئے یہ عقلاً وشرعاً مستبعد ومستحیل ہے، اس لیے امت کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ کہیں وہ اس مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ ان تینوں معانی کی مختصر سند صرف تین مفسرین کرام کے اقوال سے پیش کرتا ہوں، ابن حیان لکھتے ہیں، والظاھر ان قولہ تعالیٰ ولن ترضی خطاب للنبیؐ علق رضاھم عنہ بامر مستحیل الوقوع منہ وھو اتباع ملتھم والمعلق بالمستحیل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Accession numbers
40111

کی محافظ فوج ظفر موج، عزم عمل، زبان وقلم اور قانون کے ذریعے اتر آئی ہے اور محض اللہ کے فضل وکرم اور مخلصین ومومنین ومفکرین کے مسلسل اور منظم اور تعمیری جہاد بالقلم والنفس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مستحیل، وقیل ھو خطاب لہ وھو تادیب لامتہ، وقیل ھو خطاب لہ المراد امتہ" ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ لن ترضی میں خطاب حضورؐ سے ہے۔ آپ سے ان کی رضامندی ایک ایسے معاملے پر معلق کی گئی ہے جس کا واقع ہونا آپ سے مستحیل ہے، یعنی ان کی ملت کی اتباع، اور مستحیل چیز پر جو چیز معلق کی جائے وہ بھی مستحیل ہوتی ہے۔ محمود آلوسی بغدادی قول الٰہی "مالك من الله من ولی" کی تفسیر میں رقم طراز ہیں والخطاب ایضا للرسول ﷺ وتقیید الشرط بما قید للدلالة علی ان متابعة اھوائھم محال لانہ خلاف ما علم صحتہ فلو فرض وقوعہ کما یفرض المحال لم یکن لہ ولی ولا نصیر ترجمہ: خطاب رسول خداؐ کی طرف ہے اور شرط کو مقید یہ ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا کہ ان کی خواہشات کی پیروی آپ کے لئے محال تھی، کیونکہ یہ اس کے خلاف ہے جس کی صحت کا علم (قطعی) ہے، پس اگر بفرض یہ واقع ہوجائے جیسے کہ مستحیل مفروضہ واقع ہوجائے تو کوئی ولی اور نصیر نہ ہوگا۔ ابن کثیر کا قول ہے نیہ تھدید ووعید شدید للأمة عن اتباع طرائق الیھود والنصاری بعد ما علموا من القرآن و السنة عیاذاً باللہ من ذلك فان الخطاب مع الرسول والامر لامتہ ترجمہ: اس میں سخت تہدید اور شدید وعید ہے امت کے لئے کہ یہود ونصاری کے طریقوں کی پیروی کریں قرآن وسنت کا علم جاننے کے بعد، اللہ اس بات سے پناہ میں رکھے، یہ خطاب اس طرح رسولؐ کو ہے لیکن حکم امت کو ہے۔

علم سے مراد وحی، اسلام اور قرآن مفسرین نے بیان کیے ہیں، اور سب در اصل ایک ہی معنی میں ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے قرآن کو مخلوق کہنے والے کے حق میں کفر کا فتویٰ اسی آیت سے دیا تھا، فرمایا تھا "قرآن علم الٰہی ہے مخلوق نہیں" (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی مختصر تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام ہی راہ ہدایت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی وجہ سے ، اور عامۃ المسلمین میں بحمدہ تعالیٰ دینی بیداری کے سبب سے آج یہ انکار اہلِ حکومت وقانون تک پہنچ گئی ہیں اور ایک نئی سحر بیدار ہونے کے لئے بطنِ گیتی میں کروٹیں لے رہی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہے اور قیامت تک ساری انسانیت اس کے دامن میں سکون پاسکتی ہے ، اور جو اہلِ کتاب حق و انصاف کے طریقوں پر سوچتے ہیں ، ہدایت دل کے بند دروازوں کو ان کے لئے دستک دیتی ہے اور وہ اسلام کے نور سے منور ہو جاتے ہیں ، اور اہلِ کتاب میں سے جو بھی اس دائمی نور و ہدایت کو قبول کرتا ہے اس کی جھولی رحمت و مرحمت کے دو خزانوں سے بھرپور طور پر معمور ہو جاتی ہے اتقوا اللہ و آمنوا برسولہ یوتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ و یغفر لکم واللہ غفور رحیم لئلا یعلم اھل الکتب الا یقدرون علی شئ من فضل اللہ (حدید ۔ ۲۸-۲۹) "اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو دے گا تم کو رحمت کے دو حصے اور تمہارے لئے روشنی بنا دے گا کہ اس پر تم چلو ، اور تمہیں بخش دے گا ، اللہ غفور و رحیم ہے ، تاکہ اہلِ کتاب یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کا فضل حاصل کرنے پر قادر ہی نہیں ہیں ، اور جو بھی کتاب کو حق تلاوت ادا کر کے پڑھے گا اور تعصب سے دور ہو کر سوچے گا اس پر حق واضح ہو جائے گا" یتلونہ حق تلاوتہ اولئك یومنون بہ (بقرہ ۔ ۱۲۱) اور وہ زندگی کی اندھیری والی راہوں کو چھوڑ کر شش جہت روشنی والی مستقیم شاہراہ پر چل کھڑا ہو گا ۔ لیکن یہ حقیقت مسلم ہے کہ خالق دو عالم نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو جس عظیم خطرے سے پہلے دن سے واقف بنایا تھا وہ اپنی نادانی اور لاپرواہی کی وجہ سے اس کو بھول گئے ، اور یہود و نصاریٰ کی بین الاقوامی سازشوں اور مکر و فریب نے سامراجی دور میں اور اس کے بعد بھی اسلامی شریعت ، اسلامی حکومت اور اسلامی نظامِ حیات پر نت نئے ناموں سے اعتراض کیے ، انھوں نے نئے نئے نعرے ایجاد کئے ، زمین ، زبان ، ترقی و تمدن ، رسم رواج وغیرہ لیکن ان سب کے پیچھے جو جذبہ کام کر رہا تھا اور کام کر رہا ہے وہ اسلام دشمنی ہے ، اور دو ہزار سالہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس سلسلے کی ایک عظیم کوشش لیبیا کی ایک عظیم قوم بھی اپنی نوجوان مسلم قیادت کے زیر اثر کررہی ہے، اس کی کچھ تفصیلات آگے بیان کی جائیں گی۔)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اختلافات اور عظیم اختلافات جن کی رو سے حضرت مریم و عیسیٰؑ پر فحش بہتان تک یہود لگاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ پوپ کی طرف سے تکریم کے مستحق ہیں اور بڑی حکومتوں کی طرف سے نوازشات کے قابل، اور ان کے تمام اختلافات اسلام دشمنی کے متحد محاذ پر ختم ہوگئے ہیں اور نام بدل بدل کر ان کی جو اسکیمیں اور پلان ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ وہ اس عالمی دعوت الہٰی کو چھوڑ دے اور اسلام سے دستبردار ہوکر یہودیت یا نصرانیت کو قبول کرلے۔ یہ حاشیہ اس بیان الہٰی پر ختم کرتا ہوں جس میں امت اسلامیہ کو دعوت الہٰی کا حکم بھی دیا ہے اور یہود و نصاریٰ کے دعوائے ایمان کا ابطال بھی کیا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کے دعوے کی بھی قلعی کھولی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ابراہیمؑ مشرک نہیں تھے اور انسانیت کے سامنے اسلام کے حقیقی معنی اس طرح سمجھائے ہیں کہ اسلام خدا کی اطاعت و عبادت، توحید اور تمام انبیاء و کتب پر ایمان کا نام ہے اور اس مکمل اسلام پر ایمان لائے بغیر اسلام و ہدایت کا دعویٰ صحیح نہیں ہوسکتا۔ فیصلہ کن آیت ملاحظہ ہو وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا، قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ (البقرہ - ۱۳۶ - ۱۳۹) ترجمہ: اور انھوں نے کہا (یہود نے کہا) کہ تم یہودی ہو جاؤ (اور نصاریٰ نے کہا) تم نصرانی ہو جاؤ، ہدایت پا جاؤ گے، کہدیں (نہیں، بلکہ اتباع کرتے ہیں ہم) ملت ابراہیمی کی، جو صرف خدا کی طرف متوجہ بندہ تھا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسلامی اقدار کے احیاء میں دینی مدارس کا کردار

اسلامی اقدار کی بیداری اور اس نئے عزم کے سلسلے میں یہ حقیقت بیان کر لنی ضروری ہے کہ جس طرح اسلامی تفکیرات نے جوش اور اسلام کے لئے اخلاص پیدا کیا اسی طرح دینی اداروں اور تعلیم گاہوں نے اور خصوصیت کے ساتھ جامعہ ازہر نے اس سلسلے میں ایک تاریخی کام کیا ہے، وہ یہ کہ سامراج کے دور میں بار بار دینی تعلیم کو ختم کرنے یا بے اثر کرنے کی تحریکیں تجدید وغیرہ کے نام پر اٹھیں اور یہ اعتراض بھی اکثر مسلمانوں کے ذہن میں آنے لگے کہ فقہ اسلامی کے وہ ابواب جن پر آج عمل نہیں ہو رہا ہے جیسے کتاب البیوع، کتاب العتق، کتاب الحدود وغیرہ وہ کیوں پڑھائے جاتے ہیں؟ اگر بات یہاں تک ہوتی اور اخلاص کے ساتھ ہوتی کہ دینی تعلیم کے اسلوب کو بدلا جائے اور زمانہ سے جتنا ممکن ہو ہم آہنگ کیا جائے، ریسرچ و ابحاث کا دروازہ کھولا جائے، مقارنہ ادیان اور زندہ زبانوں کی تعلیم دی جائے . اجتہاد کی کوشش کی جائے، عوام کے لئے تو تقلید ضروری ہے لیکن مجتہد کے شرائط اہل علم میں پیدا کئے جائیں تاکہ وہ مسائل حاضرہ کے اسلامی حلول کتاب وسنت، اجماع وقیاس اور اجتہاد کے ذریعہ کریں، جامعہ ازہر نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور مشرکین میں سے نہیں تھا، (اے مسلمانو) تم کہو، ایمان لائے ہم اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا، جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا، اور جو دیا گیا موسیٰ وعیسیٰ کو، جو بھی دیا گیا سارے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم ان سے کسی میں (ایمان میں) فرق نہیں کرتے، اور ہم اس کے حکم بردار ہیں، پس اگر ایمان لائیں وہ ایسا ایمان جیسا کہ تم لائے تو وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور اگر روگردانی کریں تو وہ اختلاف (اور ضد) پر ہیں پس اللہ (ان کے مقابلے میں) تمہارے لئے کافی ہو جائے گا اور وہ سمیع وعلیم ہے، (ہم اللہ کے) رنگ (دین) میں رنگ گئے ہیں، اور اللہ کے دین سے بڑھکر اور کونسا دین ہے، اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔

ان میں سے اکثر مطالبوں کو پورا بھی کیا ہے، یہ مطالبے نہ صرف یہ کہ جب ضروری تھے بلکہ اب بھی برصغیر کے دینی مدارس کے فرسودہ نظام تعلیم و تربیت و نصاب اور طور طریقوں میں تبدیلی اور اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر اخلاص کے ساتھ، انانیت اور خود پسندی کے جذبہ ہائے غیر اصلاحی کو پس پشت ڈال کر یہ کام علماء و مفکرین اسلام، اسلامی خطوط پر کریں تو بہت آسانی سے دینی تعلیم کو زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور مسلمانوں کی دینی و فکری ضروریات کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے اور جگہ جگہ دینی مدرسوں اور مختلف نصابوں کے بجائے ایک ہی متحد نصاب کے ماتحت دینی تعلیم پروان چڑھ سکتی ہے اور اس کا انتظام و انصرام کسی بھی فرد واحد کے ہاتھ میں نہ ہو کہ فرد واحد اگرچہ عالم و فاضل اور صوفی و بزرگ ہو اس میں مطلق العنانی اور ڈکٹیٹر شپی کی خواہش نفس ابھرنے کے قوی امکانات موجود رہتے ہیں، بلکہ بین الملکی علماء کی ایک مجلس ہو جو ملک کے سارے دینی مدارس کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے، یہ مجلس مخلص ہو، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتی ہو، حق کی گواہ ہو اور اس بات نگہداشت کرے کہ کوئی مدرسہ اپنے اصولوں سے منحرف نہ ہو، اور افراد کی دوستی، شہرت اور پروپگنڈہ اس مجلس کے لئے معیار نہ ہو بلکہ میزان حق ہو، اس طرح دینی مدارس ایک عظیم کردار ادا کر سکتے ہیں (بہر حال دینی تعلیم اور دینی مدارس کی اصلاح کا موضوع بہت طویل ہے کسی دوسرے موقع پر اسے چھیڑا جا سکتا ہے) بات یہ چل رہی تھی کہ اصلاح کا مطالبہ تو صحیح ہو سکتا تھا، لیکن یہ بات بالکل غلط تھی کہ اسلامی تعلیمات کے اصولی اور کلی اجزاء اس لئے چھوڑ دیے جائیں کہ ملک میں رائج نہیں ہیں اور کتاب الٰہی کے وہ فقہی احکام جن کا رواج و نفاذ سامراج نے ختم کیا تھا اسلامی مدرسے اس کی تعلیم بھی ختم کر دیتے، یہ مطالبے نہیں مانے گئے اور نہ ان اعتراضات کی پرواہ کی گئی، دنیا جہان کے دینی مدارس کا یہ کارنامہ ہے کہ انھوں نے فقہ اسلامی و شریعت اسلامیہ کے وہ ابواب اور مسائل بھی ہمیشہ پڑھائے جو وقتی طور پر نافذ نہ تھے لیکن جن کے نافذ ہونے کی مستقبل میں امید تھی اور جن کے پڑھائے بغیر شریعت کاملہ کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی، خصوصیت کے ساتھ جامعہ ازہر نے ہمیشہ مذاہب اربعہ کی

فقہ تحقیق و تفصیل کے ساتھ پڑھائی، تعصب اور دلائل کو زبردستی ٹھونسنے کی ضرورت اس لئے پیش نہ آئی کہ ایک ہی جگہ پر الگ الگ ہر مذہب فقہ کے طالب علم کے لئے اس کی فقہ پڑھنی ممکن ہے، دوسرے مذاہب کے مراجع اور علماء اسے دستیاب ہوسکتے ہیں اور مقارنہ و موازنہ کے ساتھ استنتاج و استنباط کی صلاحیت اس میں پیدا ہو سکتی ہے تو پھر اسے تعصب کی کیا ضرورت ہے؟ بہرحال ان مذاہب اربعہ کی تعلیم اور موازنے کے باب میں دوسرے مذاہب فقہیہ کی بھی تعلیم جامعہ ازہر کا کارنامہ تھا اور ہے، ان فقہ اسلامی کے مذاہب اور غیر ملک میں غیر موجود وغیر معمول الابواب فقہ کی تعلیم اور مشق سے یہ ہوا کہ جوں ہی اسلامی نظام زندگی اور اسلامی قانون کی گفتگو ہوئی ایسا محسوس ہوا کہ مصر میں (جیسے بعض علم سے ناآشنا اور خود فریبی میں مبتلا حضرات علم و تحقیق سے عاری ثابت کرنا چاہتے ہیں، علمی و تحقیقی کارنامے بجائے خود ان حضرات کا جواب پیش کرتے ہیں) ہزاروں اسلامی قانون کے ماہر پیدا ہو گئے، ازہری علمائے کرام نے قدیم علم کتاب و سنت و مذاہب فقہ کو پیش کیا، اور فقہ اربعہ سے مکمل واقفیت سے قبل کوئی شخص قانون اسلامی کے ماہر ہونے کا دعویٰ اگر کرے تو یہ دعویٰ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا، اور اسلامی تفکیر کے زیر سایہ ججوں، وکیلوں اور قانون داں حضرات نے اسلامی قوانین کا موازنہ عالمی قوانین سے کیا اور پلک جھپکنے میں اسلامی قانون عالم وجود میں آسکتا ہے۔ اگر فقہ اسلامی کی تعلیمات گذشتہ دو سو برس میں کسی ایک مذہب فقہی کی باقی رہ جاتیں یا صرف عبادات وغیرہ تک محدود کر دی جاتیں تو فقہ اسلامی میں جمود آجاتا اور ان موضوعات سے متعلق جو اسلامی ملکوں میں رائج نہیں تھے، نہ کتابیں چھپتیں نہ رسرچ ہوتی اور نہ وقت پڑنے پر پورے عالم اسلامی میں علماء و مفکرین فوج در فوج اس کام کے لئے نکل آتے، کہ گو اسلامی ملکوں اور قانونوں میں یہ چیزیں موجود نہیں تھیں لیکن اہل علم و ایمان کے سینوں اور سفینوں میں یہ دولت پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ تھی۔

اسلام ایک کلی نظام حیات اور مکمل لائحہ عمل ہے | در اصل اسلام ایک مکمل اور ابدی دین ہے اور انسانی

حیات سے متعلق سارے شعبوں میں اس کی تعلیمات ایک فعال اور قوی اثر رکھتی ہیں، جس طرح اسلام انسان کو زندگی اور موت کی تمام حقیقتوں سے باخبر بناتا ہے بالکل اسی طرح وہ انسان کو عبادات و اخلاق سے لے کر معاملات و اجتماعیات تک میں احکام بھی عطا کرتا ہے۔

اسلام ایک کل ہے اس کی اتباع جزوی طور پر مجبوری کے حالات میں تو کی جاسکتی ہے، لیکن اس کو بروئے کار لانے کی کوشش اس کے لیے جو کر سکتا ہو اور نہ کرے ایک گناہ بھی ہے اور محرومی بھی ہے۔ اسلام صرف عبادات کا مذہب نہیں ہے اور نہ اسلام انسان کی ذاتی اور پرائیویٹ زندگی کا مسئلہ ہے، بلکہ اسلام کے احکام ایک مسلمان کے پورے کاروان حیات کو ساحل مراد سے ہم کنار کرتے ہیں۔

اسلام دنیا و آخرت، عبادات و اجتماع اور حکومت و قانون سب کا دین ہے اور ہر مسئلہ کا حل قیامت تک اس کی تعلیمات میں مل سکتا ہے، اسلام نے جس طرح نماز روزہ اور حج کے مسائل بیان کیے ہیں جو انسان کی ذاتی اصلاح اور تقوی میں مفید ہیں اور بندے کو اپنے آقا اور خالق و مالک کے دربار تک پہنچاتے ہیں، بالکل اسی طرح زکوٰۃ کے احکام کی تفصیلات، صدقہ، بر اور خیر خیرات کے سارے طریقوں کو واضح کیا ہے تاکہ اسلامی سوسائٹی ایک جسم بن کر رہے اور امیر و غریب کے درمیان وہ تفاوت اور نفرت پیدا نہ ہو جو غیر اسلامی سوسائٹیوں کا شعار ہے، اسلام نے اسی طرح سود، جوا، سٹے بازی، رشوت، اشیاء خوردنی میں بلیک میلنگ یا ذخیرہ اندوزی اور اسی قبیل کی وہ ساری چیزیں منع کر دیں جن سے اقتصادی عالمی مشکلات پیش آتی ہیں، اسلام کا نظام اخلاق تاریخ عالم کا مجرب اور بہترین نظام اخلاق ہے، اسلام نے چوری، ڈاکہ، زنا، جھوٹ، تہمت، قتل، تمام نشہ آور اشیاء اور ہر مخرب اخلاق چیز پر پابندی لگا دی اور اصلاح قلب و نظر کے وہ تربیتی طریقے اختیار کیے جن سے قلب و نظر اور عقل و ضمیر کو آسودگی حاصل ہو اور سوسائٹی میں جرم کم سے کم تر ہوں۔

ان تمام اصلاحی تدابیر اور اخلاقی وعظ و نصیحت، اور قلب و نظر کو اپیل کرنے والی

تعلیمات کے باوجود بھی جہاں انسان موجود ہیں وہاں گناہ ممکن ہے، وہاں جرم ہو سکتے ہیں۔ غیر اسلامی قانون تاریخ شاہد ہے کہ جوں جوں نئے سے نئے اور سخت سے سخت قوانین نکالتے ہیں اسی رفتار سے جرم کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے اور مجرموں کی پشت پناہی کرنے کا مرض بھی عام ہوتا جاتا ہے اور تمام قانونی و اخلاقی ادارے اپنی ہار مان کر بیٹھ جاتے ہیں اور جرم کی رفتار برق کی رفتار کی طرح بڑھتی جاتی ہے، جرموں کی سالانہ عالمی رپورٹوں کی ایک جھلک دیکھ کر ہر پڑھا لکھا شخص یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جرم کی رفتار، تعداد، نوعیت اور نت نئی اقسام میں کس طرح دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی جاتی ہے، اور جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ، تعلیم یافتہ، اور متمول وغنی ہے، سعادت قلب اور سکونِ حیات سے اسی کے بقدر دور ہے اور اخلاقی مشاکل اور جرموں کی کثرت وحدت کے سامنے بے دست و پا ہے۔

اصلاح انسانی کا اسلامی طریقہ

اسلامی نظام اخلاق اور قانون حیات سب سے پہلے انسان اور سوسائٹی کی اصلاح ان خطوط پر کرتا ہے جہاں اس کے قلب و نظر میں مادہ کے شیطان کے بجائے روح کے خالق خدائے وحدہ لاشریک لہ کا تصور بٹھاتا ہے اور اس تصور کے لئے وہ شرک کی آمیزش کو پسند نہیں کرتا کہ تصور خالق کے بجائے تصور مخلوق کی تعلیم سے ابتدا کرے، رسول پاک نے براہ راست خدا کا تصور پیدا کیا تھا حتی کہ تصور رسولؐ تک تربیتی طریقے کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا تھا کیونکہ ربانی طریقہ تربیت یہی تھا، اور رسول خداؐ کو حکم بھی اسی کا ملا تھا، وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيبٌ[1] (البقرہ ۱۸۶) کا مطلب بھی

۱۔ پوری آیت اور ترجمہ یہ ہے: وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيبٌ اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (اور اگر تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ پکارے، پس انھیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں، اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ راہ ہدایت پاویں)

یہی ہے، مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کا رمز[1]۔ ۵، مفہوم بھی یہی ہے، وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ (یونس ۱۰۵-۱۰۷) کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اسلام خدا کے اس تصور کے ذریعے دنیاوی زندگی کا مقصد متعین کرتا ہے

۱۔ پوری آیت اور ترجمہ پیش ہے: وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (اور ان کو صرف یہی حکم ملا تھا کہ عبادت کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے لئے بندگی کو، حنیف بن کر (صرف خدا کی راہ مستقیم پر چل کر)، اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے۔

۲۔ آیت نمبر ۱۰۵ اوپر لکھنی رہ گئی تھی وہ اور تینوں آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو، اور یہ خیال رہے کہ خطاب افضل البشر سے ہے، وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور اپنے چہرے کو متوجہ کرو (زندگی کے رخ کو قائم کرو) دین پر حنیف بن کر، اور مشرکین میں سے نہ ہو اور اللہ کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتا اور نہ نقصان، اور (بفرض محال) تم ایسا کرو تو اس وقت تم ظالم ہو گے، اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں، اور اگر وہ تمہارے لئے بھلائی چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا بھی کوئی نہیں) اور یہ بات واضح رہے کہ رسول پاکؐ نہ شرک کر سکتے اور نہ ظلم، اس لئے اس آیت میں بہت بلیغ طریقے پر امت کو شرک کی ہر آمیزش سے باز رہنے کا صریح حکم دیا گیا ہے، اور یہ حقیقت بھی واضح طور پر بتائی گئی ہے کہ اگر عفو کا حق، خیر پہنچانے اور شر دور کرنے کا حق کسی بھی بشر کو مل سکتا تھا تو وہ افضل البشر محمدؐ ہی ہو سکتے تھے جب آپ کو بھی یہ حق عطا نہیں کیا گیا بلکہ یہ صرف خدا کی قدرت میں ہے، تو پھر کسی بھی دوسرے شخص کے لیے اس کا دعویٰ کرنا یا عقیدہ رکھنا سخت نادانی اور محرومی کی بات ہے، اس لئے اے مسلمانو صرف اللہ سے مانگو اور اسی سے توبہ کرو اور اسی کا کامل تصور اپنے دل میں بٹھاؤ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور جانوروں کی طرح کھانا پینا اور مرجانا نہیں بتاتا، اور تصورِ حیات میں پیٹ اور روٹی کا مقام وہی متعین کرتا ہے جو اس کا اصل مقام ہے، قلب ونظر اور عقل ودماغ کے بعد، اور خدا کی رضا کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور اس کی بتائی ہوئی مستقیم راہ پر چلو اور انسانیت کو توحید کی دعوت دو اور شریعت الٰہیہ کو اخلاص کے ساتھ قائم کرو اور کچھ کوتاہی اگر رہ جائے تو معافی کے لئے اس کے رحیم وشفیق دربار کے سوا کسی دربار، مسند اور آستانے پر نہ جاؤ۔

کتب حدیث میں ایک دعا وارد ہے جسے حضور رسالتمآبؐ ہر نماز میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے پڑھا کرتے تھے، اس میں خدائے پاک کی قدرت وعظمت کا بیان ہے اور نفع یا نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کسی بھی بشر یا غیر اللہ کی نفی اس طرح کی گئی ہے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ترجمہ: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، کوئی اس کا مطلق شریک نہیں ہے، صرف اسی کی بادشاہت اور ملکیت ہے، اور صرف اسی کے لئے حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ، جس چیز کو آپ عطا کرنا چاہیں اسے روکنے والا کوئی بھی نہیں اور جسے آپ روکنا چاہیں اسے دینے والا کوئی نہیں ہے، اور کسی غنی کو اس کی غنا آپ کے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی (یعنی صالح اعمال کام آئیں گے یا تیری رضا ورحمت)

نیز حدیث جبریل علیہ السلام میں صاف الفاظ مقام احسان سے متعلق یہ وارد ہوئے ہیں، ان تعبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک مقام احسان کی ابتدا یہ بتائی راس بات پر یقین ہو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور انتہا یہ بتائی کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ خدا کی رؤیت اس دنیا میں ان آنکھوں سے اہل سنت کے نزدیک ممکن نہیں۔ اس لئے دیکھنے کے مجازی معنی تصور کرنے ہی کے لئے جائیں گے، احسان کی ابتدا، وسط اور انتہا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حاصل کرنا اس زندگی کی سعادت بتاتا ہے، اپنی جان اور مال سب کا مالک وہ خدائے ذوالجلال کو ثابت کرتا ہے اور پھر مسلمان خدا کے رسول کی بتائی ہوئی مکمل خدائی تعلیمات پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کسی بھی اسٹیج پر یہ نہیں بتایا گیا کہ افضل الملائکہ جبریل امین یا افضل البشر خاتم الرسل والانبیاء محمدؐ کا تصور اپنے دماغ اور دل میں بٹھاؤ، پھر پتہ نہیں کیسے اور کیوں مخلوق کا تصور مقام احسان کے سالکین کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے؟ اور یہ حجت کہ بے شمار تصورات سے سالک کو ہٹا کر پہلے ایک شیخ کا تصور بٹھا دیا جائے پھر اس کو ہٹا کر خدا کا تصور بٹھانا آسان ہوگا، یہ حجت اگر شرعاً مستحسن ہوتی تو انبیاء کرام کے سلسلہ ذہب میں سے کسی بھی نبی یا رسول کی تعلیمات میں یہ دعوت ضرور ہوتی کہ اصنام و افکار سے تصور کو ہٹا کر کسی فرشتہ یا نبی کا تصور بٹھاؤ کیونکہ پھر اس کو ہٹا کر خدا کا تصور بٹھانا آسان ہوگا، اس کے برعکس تعلیمات انبیاء میں ودّ و سواع یغوث یعوق ونسر جیسے صالحین کے تصور کو بٹھانے سے جو نقصانات ہوئے ان کی طرف اشارہ ہے اور قرآنی ونبوی تعلیمات میں کثرت کے ساتھ براہ راست خدا کی عبادت، تصور اور ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔ اور عقلی طور پر بھی یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اور مخلوق کا ناقص تصور جب پختہ ہو جائے تو اس کو ہٹا کر خالق کا لامحدود اور کامل تصور بٹھا دیا جائے کیونکہ دونوں تصوروں میں کوئی مناسبت ہی نہیں یہ انسان کا تصور ہے جو مخلوق، محدود، غیب سے ناواقف، نیند، ضعف، مرض اور موت سے متاثر ہونے والا ہے، وہ خدا کا تصور ہے جو خالق لامحدود، عالم الغیب ہے، نیند، ضعف، مرض اور موت سے متاثر ہونا تو درکنار ان کو پیدا کرنے والا ہے، اور مختصر عبارت میں یہ کہ "لیس کمثلہ شئی"۔ تاریخی و عقلی حیثیت سے یہ بات قابل دید و لائق عبرت و بصیرت ہے کہ مسیحی قوموں نے جب ایک بار انسانی تصور پر عقیدہ و اصلاح نفس کی بنیاد رکھ دی تو اب کامل تصور تک پہنچنے کی راہ میں سینکڑوں برس سے عقلی، علمی اور اعتقادی ان گنت مشکلات کا سامنا ہو رہے تصور الوہیت اور دین کو کرنا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایمان ویقین کے ساتھ عمل شروع کردیتا ہے، اور زندگی کی شاہراہ میں وہ اس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے کہ کہیں خار زار راہ سے دامن نہ الجھ جائے۔

اسلامی قانونِ شریعت ہر انسان کے لئے اس کے فطری تقاضوں کو دبانے کے بجائے ان کو جائز طریقوں پر پورا کرنے کے وسیلے بہم پہنچاتا ہے بلکہ اکثر جگہ ان پر ابھارتا ہے اور غیر فطری زندگی کو رہبانیت، جوگیت اور غیر اسلامی زندگی ثابت کرتا ہے، اسلام ایک مقتول شخص کے ولی کو قصاص عادل کا حق عطا کرتا ہے، ایک نوجوان شخص کو حلال طریقے پر شادی کی رغبت دلاتا ہے، ایک غریب شخص کو محنت اور عمل پر ابھارتا ہے، حکومت پر یہ واجب بناتا ہے کہ وہ ہر غریب یا فقیر، مریض، مقروض اور پریشان حال کی دیکھ بھال کرے، اجتماعی تعاون، ہمدردی اور مدد کی اپیل کرتا ہے، اور پوری زندگی کو حسن وجمال سے مربوط بناتا ہے، انسانوں کو آزادی عطا کرتا ہے اور شوری وجمہوریت کے تقاضوں سے آشنا بناتا ہے۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) پڑ رہا ہے، اور مخلوق وعبد سے مجرد ہو کر خالق ومعبود کا تصور ان کے ذہنوں میں بیٹھ ہی نہیں پا رہا ہے، اور تاویلات کے چکر اور اسرار کے کبھی نہ حل ہونے والے پھندوں میں وہ گرفتار ہو کر خدا اور دین دونوں ہی کو عملاً خیرباد کہہ چکے ہیں۔

ماہنامہ تجلی دیوبند کی ایک نہایت اہم پیشکش

ایمان

جولائی ۶۳ء کے آخری ہفتے میں آ رہا ہے

تین روپے

علم وتحقیق سے مالا مال۔ ہر صاحب ایمان کے لئے خاصے کی چیز۔ دلچسپ اور بصیرت افروز۔

سالانہ چندہ:۔ پندرہ روپے۔ سالانہ خریداروں کو یہ نمبر انکے چندے ہی میں ملے گا

ہمارا پتہ:۔ تجلی آفس۔ دیوبند یوپی